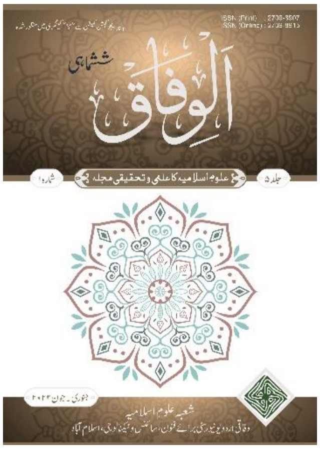

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 5, Issue 1 (January - June 2022)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v5i1
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code

Article

حصول علم سے متعلق امام زرنوجی کا فلسفہ تعلیم

Imam Zarnuji's Philosophy of Education Regarding the Acquisition of Knowledge

Authors
Muhammad Nadeem[1]
Dr. Rab Nawaz[1]

Affiliations
[1]HITEC University, Texila, Pakistan.

Published
30 June 2022

Article DOI
https://doi.org/10.55603/alwifaq.v5i1.u15

QR Code

Citation
Muhammad Nadeem, and Rab Nawaz, Dr. *"Imam Zarnuji's Philosophy of Education Regarding the Acquisition of Knowledge"* Al-Wifaq, June 2022, Vol.5, No.1, 241–257

Copyright Information:
حصول علم سے متعلق امام زرنوجی کا فلسفہ تعلیم Imam Zarnuji's Philosophy of Education Regarding the Acquisition of Knowledge © June 2022 by Muhammad Nadeem & Dr. Rab Nawaz is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information:
Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

Indexing

حصول علم سے متعلق امام زرنوجی کا فلسفہ تعلیم

Imam Zarnuji's Philosophy of Education Regarding the Acquisition of Knowledge

*محمد ندیم

** ڈاکٹر رب نواز

ABSTRACT

This paper intended to explore manners of acquiring knowledge in the light of Zarnuji's book " Taʿlīm al-Mutaʿalim Trīq al-Taʿlim". The study was initiated by observing less expertise of the students despite of hardworking. The research found that Zarnuji has counted a series of manners that are of utmost importance for a student to acquire sound and useful knowledge. Moreover, he advised students that they should have pure intention, must follow the teachings of the Quran and Sunnah, and so on. By acting upon these points, they will get expertness in knowledge and it will be beneficial for them as well as for others. In light of the findings, the research recommends that students should be taught manners of acquiring knowledge so that they might have a deep understanding and get the pleasure of Allah Almighty. If students keep in view these manners they may succeed and can become valuable people to society.

KEYWORDS:

Knowledge, Manners, Acquiring knowledge, Method of learnings

برہان الاسلام زرنوجی کے حالات کے بارے میں تاریخ میں بہت کم ذکر ملتا ہے۔ ان کی صرف ایک تصنیف "تعلیم المتعلم طریق التعلم" ملتی ہے۔ یہ کتاب بلاشبہ طریقہ تعلیم پر پہلی منظم و مرتب کتاب ہے اور اس کا بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اور تربیت اساتذہ کے لیے بطور نصابی کتاب استعمال ہوتی رہی ہے۔ یہ ایک مختصر سا کتابچہ ہے جس میں طلبہ کو پند و نصائح کے ساتھ ساتھ علماء کے اخلاقی نقطہ نظر سے روشناس کرانا بھی ایک مقصد ہے۔ اپنے سے پیشتر علماء کے اقوال اس میں سلیقے سے قلمبند کیے گئے ہیں۔ زرنوجی کی اس تصنیف کا متعدد زبانوں میں ترجمہ اس کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ اس کتاب کی اہل علم نے شرحیں بھی لکھی ہیں۔ برہان الدین زرنوجی نے اپنے وقت کے بہترین علماء سے علم حاصل کیا، جن میں برہان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی (صاحب ہدایہ) نمایاں ہیں۔۔ ڈاکٹر عطش درانی کے مطابق ایران کے صوبہ "سجستان" کے شہر زرنوج میں پیدا ہوئے[1]۔ اصل نام النعمان ابن ابراہیم تھا۔ قرین

*پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا

** صدر شعبہ علوم اسلامیہ، ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا

قیاس یہ ہے کہ وہ 620ھ بمطابق 1223ء[2] یا 640ھ بمطابق 1242 تک بقید حیات رہے۔ معجم المولفین کے مصنف کے مطابق 593ھ بمطابق 1196ء تک بقید حیات رہے۔[3]

آج طلبا کو جو تعلیمی مسائل درپیش ہیں خواہ ان کا تعلق تعلیم سے ہے یا تربیت سے، امام زرنوجی نے ایک طالب علم کی تعلیم و تربیت کے لیے کچھ آداب بتائے ہیں جن کو اپنا کر ایک طالب علم تعلیم و تربیت کی منازل کامیابی سے طے کر سکتا ہے۔ یہ کاوش اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ ایک طالب علم کو ان آداب سے روشناس کرایا جائے۔ اس آرٹیکل میں بیانیہ اور تجزیاتی طریقہ تحقیق کو اختیار کیا گیا ہے تا کہ عام فہم انداز مین بات بیان کی جا سکے۔

امام زرنوجی نے متعلم کے لیے بہت سے آداب بیان کیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ نیت

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ یعنی کہ اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی[4]۔ تمام معاملات میں نیت بہت اہم ہے۔ علم حاصل کرنے کے لیے بھی نیت کا درست ہونا بہت ضروری ہے۔[5]

طالب علم کی نیت اللہ کی رضامندی، دین کی سربلندی، آخرت کی کامیابی، جہالت کا خاتمہ اور اسلام کی بقا ہونی چاہیے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عقل سلیم اور جسم سلیم پر بھی شکر ادا کرنے کی نیت کرے۔ دنیاوی جاہ و جلال، عزت و منصب اور آسائشات حاصل کرنے کی نیت نہیں ہونی چاہیے۔[6]

ابن جماعہ فرماتے ہیں کہ حصول علم کے سلسلے میں نیت اللہ کی رضا کا حصول ہو اور حصول علم کا مقصد دین کا احیا اور قرب خداوندی کا حصول ہو۔ علم سے دنیاوی اغراض مقصود نہ ہوں جیسے مال و جاہ کا حصول، فخر، برتری، اور تعظیم و توقیر کی خواہش وغیرہ۔ کیونکہ علم ایک عبادت ہے اس لیے اگر اس میں نیت خالص ہوئی تو قبول بھی ہو گا اور اس کے فوائد بھی ظاہر ہوں گے۔[7] نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

> "جو شخص ایسا علم جس کے ذریعے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہو صرف اس لئے حاصل کرے کہ دنیاوی ساز و سامان حاصل کر سکے گا تو قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔"[8]

موجودہ دور میں اگر ہم علم اس نیّت سے حاصل کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے ہم جہالت کا خاتمہ کریں گے اور کفر کا ہر میدان میں مقابلہ کریں گے تو یہی اللہ کی رضامندی ہے۔

2۔ محدود تعلقات

طالب علم کو چاہیے کہ دنیاوی تعلقات کم رکھے، اپنی پوری توجہ تحصیلِ علم پر مرکوز رکھے، اگر حصول علم کے لیے سفر اختیار کرنا پڑے تو کرے اور مصائب پر صبر کرے۔ جو مصائب پر صبر کرے گا اسے حصول علم میں وہ لذت حاصل ہو گی کہ جس کے سامنے دنیا کی تمام لذتیں ہیچ ہیں۔[9] امام غزالی بھی اسی بات کی تائید میں کہتے ہیں:

"دنیاوی مصروفیات علم کی راہ میں رکاوٹ ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے خیالات میں یکسوئی پیدا نہیں ہوتی اور جب خیالات منتشر ہوں تو حصول علم میں کوتاہی ہوتی ہے۔ اس لیے طالب علم کو چاہیے کہ عزیز و اقارب اور وطن سے دور رہے اور دنیاوی الجھنوں سے بچے۔ اس کا ذہن منتشر نہیں ہونا چاہیے، اگر ایسا ہو گا تو پھر خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔"[10]

آج سوشل میڈیا بھی دنیاوی تعلقات کے زمرے میں آتا ہے کہ اس کی وجہ سے ایک طالب علم کی توجہ غیر ضروری کاموں کی طرف مبذول رہتی ہے اور وہ کئی قیمتی لمحات فضول کاموں میں ضائع کر دیتا ہے۔ سوشل میڈیا کی لت بڑھتے بڑھتے نشے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

3۔ وقت کو غنیمت جاننا

زندگی مختصر ہے اور علم بے حساب ہر روز تھوڑا سا علم و حکمت یاد کر لیا کرو یہ آسان بھی ہے اور تھوڑا تھوڑا کر کے کچھ ہی دنوں میں بہت ہو جاتا ہے۔ اس لیے وقت کو ضائع نہ کرو، رات کو اور تنہائی کو غنیمت جانو۔[11]

وقت سب سے بڑی دولت ہے اور آج جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ہمارا بہت سا قیمتی وقت سوشل میڈیا کی نذر ہو جاتا ہے۔ موبائل کمپنیوں نے بے شمار پیکج دیئے ہوتے ہیں جو وقت کے ضیاع کا باعث بنتے ہیں۔

4۔ استقامت

جب استاد کا انتخاب کر لو تو پھر اس کے پاس جم کر بیٹھ جاؤ۔ اسی سے تمھارے علم میں برکت ہو گی اور تمھیں اپنے علم سے نفع حاصل ہو گا۔ اگر ثابت قدمی یا استقامت نہیں ہو گی اور تم استاد تبدیل کرتے رہو گے تو تمھارے علم میں برکت نہیں ہو گی۔[12]

موجودہ دور میں حصول علم کے لیے کسی اچھے ادارے کا انتخاب کرے اور پھر محنت، لگن اور استقامت کو اختیار کرتے ہوئے علم حاصل کرے۔ بار بار تعلیمی ادارہ تبدیل کرنا حصول علم میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔

5۔ حصولِ علم میں تکبر کی ممانعت

حصول علم میں تکبر سے بچنا چاہیے اور طالب علم کو ہر وقت اور ہر حالت میں ہر شخص سے استفادہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ کیوں کہ علم و حکمت کی بات کسی بھی وقت اور کہیں سے بھی مل سکتی ہے۔ طالب علم کو ہر حال میں عاجزی، انکساری اور تواضع کو اختیار کرنا چاہیے اور اپنے علم پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ استاد کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آنا چاہیے اور اس کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔ اور علم جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کرے۔ استاد کی رائے سے آگے نہ بڑھے۔ جس طرح ایک مریض حکیم کی نصیحت کو سنتا ہے اسی طرح طالب علم کو بھی استاد کی نصیحت سننا چاہیے۔

”حکمت کا کلمہ گویا مسلمان کی گم شدہ چیز ہے جہاں اس کو پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔“[13]

حصول علم میں تکبر سے بچنا چاہیے۔ اپنے سے کمتر سے استفادہ نہ کرنا، استاد کی بات کو ٹھکرا دینا یا استاد کے مقابلے پر آجانا، یا سوئے ادب سے پیش آنا سب تکبر کی علامتیں ہیں ان سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ تکبر کے بارے میں حدیث میں آتا ہے ”تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔“[14] اگر علم کی وجہ سے عاجزی اور انکساری پیدا نہیں ہوتی اور اگر ایک طالب علم کسی جونیئر سے استفادہ کرنے میں شرم محسوس کرے یا علم حاصل کرنے کے بعد کسی کو خاطر میں نہ لائے تو یہ سب تکبر کی علامتیں ہیں ان سے بچنا چاہیے۔

6۔ فکرِ معاش

معاش کے سلسلے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ دین کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنا چاہیے اللہ اس کے لیے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ اپنے نفس کو اچھے کاموں میں مشغول رکھنا چاہیے اور اگر دنیا کے غم میں مبتلا ہو جاؤ گے تو اپنا نقصان کرو گے۔[15] بقدر ضرورت معاش کی فکر کی جائے، اس میں ایسا مشغول نہیں ہو جانا چاہیے کہ دین کو ہی بھلا بیٹھے۔ لیکن بقدر ضرورت معاش کی فکر کرنا آخرت کے لیے بھی ضروری ہے۔[16] امام ابو حنیفہؒ جب اپنی دکان پر کپڑے کے کاروبار میں مصروف ہوتے تو بھی بحث و مذاکرہ جاری رکھتے۔ طالب علم کو اپنے اخراجات کے لیے معاش کی ضرورت ہوتی ہے پس اسے چاہیے کہ کمائے اور علم حاصل کرے اور سستی نہ کرے۔[17]

موجودہ دور میں ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ اتنا پڑھ لکھ لیا ہے اور نوکری نہیں ملتی تو علم کا مطمح نظر صرف نوکری کا حصول نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے لیے متبادل ذرائع پیدا کریں جیسے کاروبار یا ٹیکنیکل کام کی طرف توجہ وغیرہ۔

7۔ اللہ کا شکر ادا کرنا

علم میں اضافہ کرنے کے لیے لازم ہے کہ اللہ کی تعریف بیان کی جائے اس کا شکر ادا کیا جائے۔ ہر وقت اللہ سے عاجزی کے ساتھ دعا مانگی جائے۔ امام ابو حنیفہؒ سے منسوب ہے فرماتے ہیں "جب بھی مجھ سے کوئی مسئلہ حل ہو جاتا یا علم و دانش کی نئی بات معلوم ہوتی تو میں الحمد للہ کہتا اس سے میرے علم میں اضافہ ہوا"[18]

ہمارے معاشرے میں بے سکونی کی سب سے بڑی وجہ ناشکری ہے۔ پر سکون اور مطمئن زندگی گزارنے کے لیے جو کچھ میسر ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور معاشرے میں ان لوگوں پر بھی نظر کریں جنہیں وہ کچھ میسر نہیں جو آپ کے پاس ہے۔

8۔ میانہ روی

تحصیل علم کے لیے مسلسل محنت بہت ضروری ہے لیکن ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ صحت خراب ہو جائے اور کمزوری غالب آجائے۔ تمام امور میں میانہ روی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔[19]

"دین بہت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا وہ اس پر غالب آجائے گا، پس تم لوگ میانہ روی کرو اور (اعتدال سے) قریب رہو"[20] عمدہ کھیل کھیلنا چاہیے تا کہ مکتب کی تکان دور ہو جائے۔ اور بہت زیادہ بھی نہیں کھیلنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ تھکاوٹ بہت زیادہ ہو جائے بلکہ ہر کام میں اعتدال بہت ضروری ہے۔[21]

اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ایک ہی دن اتنی محنت مشقت کر لیں کہ پھر ہفتہ بھر بیمار پڑے رہیں بلکہ ہر کام میں اعتدال بہت ضروری ہے چاہے کھیل کود ہو یا پڑھائی۔

9۔ زیادہ کھانے سے پرہیز

جس طرح بھوک رکھ کر کھانے کے فوائد ہیں اسی طرح زیادہ کھانے کے نقصانات بھی ہیں۔ اس سے سستی اور مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں اور زیادہ کھانا ذہانت کو ختم کر دیتا ہے۔ اس سے مالی نقصان بھی ہوتا ہے اور لوگ بھی نفرت کرتے ہیں۔[22] زیادہ کھانا کوئی قابل تعریف وصف نہیں ہے بلکہ یہ تو حیوانات کا خاصہ ہے اور اسی لیے شریعت میں اسے ناپسند بھی کیا گیا ہے۔ زیادہ کھانے کی وجہ سے زیادہ پینا بھی پڑتا ہے جس سے سستی، کاہلی اور زیادہ نیند آتی ہے۔ لہذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

قرآن پاک میں آتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا[23]

"کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو"

بعض سلف کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدھی آیت میں ساری طب جمع فرمادی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"انسان نے پیٹ سے بدتر برتن نہیں بھرا چنانچہ ابن آدم کے لئے کمر سیدھی کرنے کے لئے چند لقمے کافی ہیں اگر اس سے زیادہ ہی کھانا ہو تو پیٹ کے تین حصے کر لے ایک کھانے کے لئے دوسرا پانی کے لئے اور تیسرا سانس لینے کے لئے"[24]۔

کھانا جلدی جلدی نہیں کھانا چاہیے بلکہ اچھی طرح چبا کر کھانا چاہیے۔ اور بہت زیادہ بھی نہیں کھانا چاہیے۔ دن کو سونے سے سستی پیدا ہوتی ہے۔ سونے کے لیے نرم اور گداز بستر نہیں ہونا چاہیے اس سے آرام طلبی پیدا ہوتی ہے۔ پیدل چلنا چاہیے اور ورزش کی عادت ڈالنی چاہیے۔ جن افعال سے سستی پیدا ہوتی ہے ان سے رک جانا چاہیے۔[25]

زیادہ کھانے کے بہت سے نقصانات ہیں جن میں سستی، نیند کا غلبہ، معدے میں گرانی، تیزابیت اور موٹاپا وغیرہ اہم ہیں۔ اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ جب تک طبیعت ہشاش بشاش نہیں ہوگی اس وقت تک علم حاصل کرنے میں دل نہیں لگے گا۔

10۔ مسلسل محنت

کسی مقام کو حاصل کرنے کے لیے مسلسل محنت، پکا ارادہ اور ثابت قدمی کو اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ مسلسل محنت سے انسان آخر کار کامیاب ہو جاتا ہے۔

"اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔"[26]

کیونکہ ہر شخص اپنی مشقت کے مطابق مراد پاتا ہے۔ اور محنت ہر دور کی چیز کو قریب کر دیتی ہے۔ محنت ہر بند دروازہ کھول دیتی ہے۔[27] "اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔"[28]

عمل وہی اچھا ہے جو مسلسل ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔ کیونکہ جب عمل میں تسلسل نہیں ہو گا تو پھر وہ فائدہ مند بھی نہیں ہو گا اور ایسا علم راسخ بھی نہیں ہو گا۔ ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ طلباء جنہوں نے کسی بھی سطح پر کوئی پرائیویٹ امتحان پاس کیا ہو بعد میں انہیں مضامین کے نام بھی یاد نہیں ہوتے۔

11۔ کاہلی اور سستی سے پناہ

کاہلی اور سستی سے دور بھاگنا چاہیے کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ ہر سست آدمی بد بختی اور مصیبت کا شکار رہتا ہے۔ امام زرنوجیؒ کے اشعار کا مفہوم ہے "اے نفس سستی اور کاہلی چھوڑ دے ورنہ ذلت میں ہی رہے گا۔ سست لوگوں کا کوئی حصہ نہیں بجز ندامت اور حرماں نصیبی کے"

سستی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ انسان علم سے حاصل ہونے والے مقام و مرتبہ پر غور نہیں کرتا۔ اس لیے فضائل علم کو نگاہ میں رکھتے ہوئے محنت کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔[29]

آپ ﷺ سستی اور کاہلی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ "اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، غم و رنج سے اور عاجزی اور سستی سے اور بخل سے اور نامردی سے اور قرض کے بارے میں اور لوگوں کے غلبہ سے"[30]

12۔ کم سونا

جیسے زندگی میں کوئی مقام حاصل کرنے کے لیے مسلسل محنت بہت ضروری ہے اسی طرح علم حاصل کرنے کے لیے بھی راتوں کو جاگنا اور محنت کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ امام زرنوجی کہتے ہیں:

"بلندیاں مشقت کی مقدار کے مطابق حاصل ہوتی ہیں۔ جو بلندی چاہتا ہے راتوں کو جاگتا ہے۔ تم عزت چاہتے ہو اور ساری رات سوئے رہتے ہو۔ جسے موتیوں کی تلاش ہو وہ سمندر میں غوطہ زنی کرتا ہے۔ جو بلا مشقت بلندیوں پر فائز ہونا چاہے وہ ساری زندگی بے مقصد ضائع کر دیتا ہے۔"[31]

13۔ حافظے میں اضافہ کرنے والی چیزوں کا استعمال

حافظے میں اضافہ کرنے والی سب سے موثر تلاوت کلام پاک ہے۔ اس کے علاوہ مسلسل محنت، کم کھانا اور نماز تہجد کا اہتمام، گناہوں کو چھوڑنا، درود پاک کا زیادہ پڑھنا، مسواک کرنا، شہد چاٹنا وغیرہ سے بھی حافظے میں اضافہ ہوتا ہے۔ علم اللہ کا فضل ہے اور فضل خداوندی گناہ گاروں پر نہیں ہوتا۔ ایسی چیزیں استعمال کرنا جن سے بلغم اور رطوبتیں کم پیدا ہوں حافظے میں اضافے کا باعث ہیں۔ نہار منہ اکیس دانے کشمش کھانے سے بھی حافظہ بڑھتا ہے۔[32] گناہ، دنیاوی معاملات کا غم، مشاغل اور تعلقات کی کثرت نسیان کا باعث ہے۔ اس کے علاوہ ایسی خوراک جس سے بلغم پیدا ہوتا ہے وہ بھی نسیان کا سبب بنتی ہے۔[33]

14۔ علم پر عمل اور مذاکرہ

علم پر عمل کرو، اس کی خدمت کرو۔ جب کچھ یاد کرو تو اچھی طرح یاد کرو کہ بھولنے کا خوف نہ رہے اور پھر اسے لکھ بھی لو تاکہ بوقت ضرورت اس کی طرف رجوع بھی کر سکو۔ اس کے بعد نئی بات سیکھو۔ نئی بات کے سیکھنے پر زیادہ توجہ دو، لیکن سابقہ اسباق بھی دہراتے رہو۔ اور علم کو زندہ رکھنے کے لیے اہل علم سے مذاکرہ جاری رکھو۔[34]

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مرتبہ میں سب سے بدتر وہ عالم ہے جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا۔[35]

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی بات کا ذکر کر کے فرمایا یہ اس وقت ہو گا جب علم اٹھ جائے گا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ علم کیسے اٹھ جائے گا حالانکہ ہم خود قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے بیٹوں کو (اسی طرح نسل در نسل) قیامت تک پڑھاتے رہیں گے، فرمایا زیاد تیری ماں تجھ پر روئے (یعنی تم نادان نکلے) میں تو تمہیں مدینہ کے سمجھ دار لوگوں میں شمار کرتا تھا کیا یہ یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل نہیں پڑھتے لیکن اس کی کسی بات پر عمل نہیں کرتے۔[36]

"علم کی آفت بھول جانا اور تکرار ترک کرنا ہے۔"[37]

علم میں ملکہ حاصل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ طلباء کثرت سے علمی مسائل میں مذاکرہ اور مناظرہ کریں۔ اس سے طالب علم ماہر فن بنتا ہے۔[38] مسائل کی تہہ تک پہنچنے کے لیے مذاکرہ سے بڑھ کر اچھی چیز کوئی نہیں ہے۔ آپس میں مذاکرہ مسائل کو نکھارنے کا بہترین ذریعہ ہے۔[39]

Revision یاد رکھنے کے لیے بہت اہم ہے۔ جو کچھ سیکھا ہے اگر اس پر عمل بھی ہو تو وہ علم راسخ ہوتا ہے۔

15۔ استاد کا انتخاب

جب کسی علاقے میں تحصیل علم کے لیے جائے تو وہاں استاد کے انتخاب میں جلد بازی نہ کرے۔ خوب غور و فکر

کرے اور مناسب یہ ہے کہ متقی، عمر رسیدہ اور سب سے بڑے عالم سے اکتساب کیا جائے۔ ایسے ہی امام ابو حنیفہ نے حماد بن سلیمان کو اپنا استاد بنایا۔[40] لیکن اس میں صرف مشہور و معروف کا انتخاب کرنا بھی کبر ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا" حکمت کا کلمہ گویا مسلمان کی گم شدہ چیز ہے جہاں اس کو پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔"[41]

اس لیے ایسے استاد کا انتخاب کیا جائے جو متقی، شفیق اور طلبہ کا خیر خواہ ہو۔[42]

موجودہ دور میں اس سے مراد کسی اچھے ادارے کا انتخاب ہے اور اگر کسی سطح پر استاد کا انتخاب کرنے کی چوائس ہو تو پھر درج بالا باتوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

16۔ استاد کی تعظیم

طالب علم کو چاہیے کہ وہ علم اور اہل علم کی عزت و توقیر کرے کیونکہ اس کے بغیر علم حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ وہ علم نفع بخش ہو سکتا ہے۔

ایک حرف کے بدلے میں اگر استاد کو ایک ہزار درہم بھی پیش کیا جائے تو کم ہے۔ استاد مثل باپ کے ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ تمھاری نسل میں کوئی عالم ہو تو اہل علم کی تعظیم کرو۔[43]

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو اصمعی کے پاس علم و ادب سیکھنے کے لیے بھیجا ایک دن خلیفہ نے دیکھا اصمعی وضو کر رہے ہیں اور ان کا بیٹا پانی ڈال رہا ہے تو خلیفہ ناراض ہوا اور کہا کہ آپ نے اسے یہ کیوں نہیں سکھایا کہ یہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوتا۔[44]

ابن جماعہ استاد کے آداب کے متعلق متعلم کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ استاد کے سامنے انتہائی مودب ہو کر بیٹھے، ہمہ تن گوش ہو، بلا ضرورت اطرف میں نہ دیکھے، ہاتھوں پاؤں، آستین، رومال، داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلے۔ بلا ضرورت بار بار نہ کھانسے، نہ تھوکے، جمائی کو روکے اور چھینک کی آواز کو پست کرنے کی کوشش کرے۔ استاد کی تعظیم یہ بھی ہے کہ ان کے پہلو اور برابر میں نہ بیٹھا جائے۔ اور نہ ان کی مسند پر بیٹھا جائے۔ استاد سے بات کرتے وقت ادب کو ملحوظ رکھے۔ استاد کو تردیدی کلمات نہ کہے جیسے استاد اگر کہے کہ تو نے ایسا ایسا کہا ہے تو جواب میں یہ نہ کہے کہ میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ احسن طریقے سے اپنا دفاع کرے۔ استاد کے کلام کو قطع نہ کرے۔ اگر استاد کو کچھ دے جیسے کتاب قلم وغیرہ تو کھول کر دے۔ ہاتھ بڑھا کر دور سے کوئی چیز نہ پکڑائے۔ اگر استاد کے ساتھ چلنے کا موقع آ جائے تو رات ہو تو آگے چلے اور دن ہو تو پیچھے چلے۔ استاد کے دائیں جانب کھڑا ہو۔ الّا یہ کہ کسی ضروری وجہ سے اس کے خلاف کرنا پڑ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر راستے میں استاد سے ملاقات ہو تو سلام میں پہل کرے۔ دور سے آواز دے کر سلام نہ کرے۔[45]

17۔ کون سا علم حاصل کرے

جس علم کی فی الحال دنیوی زندگی میں ضرورت ہو اور وہ آخرت میں بھی کام آئے۔ طالب علم کو چاہیے کہ ہر علم کا

بہترین حصہ منتخب کرے اور سب سے پہلے دلائل کے ساتھ توحید اور وجود باری کا علم حاصل کرے۔[46]

مناسب یہ ہے کہ کسی خاص شعبہ کی تحصیل علم کا فیصلہ استاد کے سپرد کر دینا چاہیے۔ کیونکہ استاد اپنے علم اور تجربے کی بدولت یہ فیصلہ بہتر کر سکتا ہے کہ کون سا مضمون طالب علم کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے۔

استاد برہان الدین بیان کرتے ہیں کہ جب امام بخاری نے اپنے استاد امام محمد بن الحسن سے کتاب الصلوۃ پڑھنا شروع کی تو انہوں نے ان کے مزاج کو دیکھ کر کہا کہ علم حدیث حاصل کرو اور یوں وہ تمام ائمہ حدیث پر سبقت لے گئے۔[47]

اسلام علم برائے علم کا قائل نہیں بلکہ حیثیت صرف ان علوم کو اپنے تعلیمی نظام کے دائرے میں جگہ دیتا ہے جو انسان اور انسانی سوسائٹی کے لیے نفع اور خیر وبرکت کا باعث ہوں۔ آپ ﷺ نے جادو وغیرہ کی فنی اور واقعاتی کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی تعلیم و تعلم سے منع فرمایا۔ قرآن نے جائز علوم کی بھی درجہ بندی کر کے یہ اصول پیش کیا کہ ہر علم ہر شخص کے لیے موزوں نہیں۔ جیسا کہ قرآن میں آپ ﷺ کی بابت ارشاد باری ہے:

"نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔"[48]

یعنی اسلام ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ کس علم کی عملی زندگی میں کتنی ضرورت و اہمیت ہے۔ اسلام نے علم کو دنیا اور آخرت دونوں کے حوالے سے نافع اور ضار کے درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ جو علوم فرد اور معاشرے کے لیے دونوں دائروں یعنی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے ضامن ہوں ایسے علوم کی تحصیل پر اسلام ابھارتا ہے۔[49]

وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق جس علم کی ضرورت ہو اس کو حاصل کرنا چاہیے اور اس میں اسلام کا اصول "دنیا اور آخرت کی فلاح" پیش نظر رہنا چاہیے۔ اگر کسی خاص شعبے کی تحصیل علم مقصود ہو تو اس سلسلے میں استاد سے مشاورت ضرور کرنی چاہیے۔ کیونکہ استاد آپ کی صلاحیتوں کو بہتر جانتا ہے کہ تم کس شعبے میں کمال حاصل کر سکتے ہو اور تمہارا رحجان کس طرف ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے والدین کی خواہش اپنے بچوں کو صرف ڈاکٹر یا انجینیر بنانا ہی ہوتی ہے۔ اب اس شعبے کی صورت حال یہ ہے کہ گورنمنٹ سیکٹر میں نوکری نہ ہونے کی وجہ سے وہ ایسے شعبوں میں نوکری کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جو ان کی تعلیم اور رجحان سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اس لیے ایسے شعبے کا انتخاب کیا جائے جس کا سکوپ ہو۔ اب ایسے بہت سے غیر روایتی شعبے موجود ہیں جن کا سکوپ ہے۔ اس کے لیے کیریئر کونسلنگ کے شعبے کو رواج دینے کی ضرورت ہے۔

18۔ تخصص

جب کسی ایک کام میں لگ جاؤ تو اسے نامکمل نہ چھوڑو یہاں تک کہ اس میں مہارت حاصل کر لو۔ مہارت حاصل کیے بغیر دوسرے علوم وفنون کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔[50]

علوم چونکہ ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، ایک دوسرے کا راستہ ہیں اس لیے پہلے ایک فن کی اچھی طرح تکمیل کرے پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہو۔[51] چونکہ علوم ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس لیے بہترین علوم کی معرفت حاصل کرو۔ لیکن اس میں جو اہم ہے اس کا انتخاب کرو اور پھر جب ان مراحل کے بعد کسی علم یا فن کی تحصیل شروع کر دو تو اس میں کمال پیدا کیے بغیر اسے نہ چھوڑو اور اس دوران دوسرے علوم کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ موجودہ دور specialization کا دور ہے۔ کوئی بھی علم حاصل کرو کسی بھی شعبے میں جاؤ تو اس میں مکمل مہارت حاصل کرو۔

19۔ بہترین اوقات مطالعہ و اعادہ

رات کا ابتدائی حصہ اور آخری حصہ یعنی مغرب اور عشاء کے درمیان اور سحری کے اوقات بہت بابرکت ہوتے ہیں۔ ان اوقات میں مطالعہ اور اعادہ کرنا چاہیے۔[52] یاد کرنے کے لیے سحری کا وقت، صبح کا وقت غور و فکر کے لیے، دن کا وقت لکھنے کے لیے اور رات کا وقت مطالعہ اور مذاکرہ کے لیے بہترین ہے۔[53]

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ یاد کرنے کے لیے عمدہ وقت سحری کا ہے پھر دن کا وسط حصہ پھر صبح کا اول وقت۔ رات کے وقت یاد کرنا دن کے وقت یاد کرنے سے بہتر ہے۔ بھوک کا وقت شکم سیری کے وقت سے بہتر ہے۔ اور یاد کرنے کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں شور و غل نہ ہو پر سکون جگہ ہونی چاہیے۔[54]

اسباق کے مطالعہ اور تیاری میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ مسائل کی تہہ تک پہنچنے کے لیے مذاکرہ سے بڑھ کر اچھی چیز کوئی نہیں ہے اور اس کے لیے رات کا وقت بہترین ہے۔ آپس میں مذاکرہ مسائل کو نکھارنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ خود دہرانا اور تنہائی میں مطالعہ کرنا بھی مفید اور ضروری ہے۔[55]

طالب علم کے لیے ثابت قدمی اور مسلسل محنت کے ساتھ ساتھ اعادہ اور مذاکرہ بہت ضروری ہے۔ اگر وہ کثرت مطالعہ اور اعادہ پر توجہ نہیں دے گا تو وہ بھول سکتا ہے۔[56]

دن اور رات میں کچھ مخصوص اوقات ہیں جن میں پڑھا ہوا یاد رہتا ہے۔ سردیوں کی راتیں لمبی ہوتی ہیں اور ہر طرف سکون بھی ہوتا ہے اس لیے رات کو تنہائی میں توجہ سے پڑھنا یا سحری کے وقت پڑھا ہوا اچھی طرح یاد رہتا ہے۔ اس کے لیے time management کو سیکھنا چاہیے۔

20۔ سبق کو سمجھ کر یاد کرنا اور لکھنا

ہمیشہ سبق کو سمجھنے میں محنت کرے۔ جب سمجھ میں آجائے تو پھر اسے یاد کرے، اس کا بار بار اعادہ کرے۔ اس کے بعد اسے لکھ لے۔ کبھی سبق کو سمجھنے میں لاپروائی نہ کرے۔ بلکہ اس کے لیے محنت کرے غور و فکر کرے اللہ سے دعا کرے۔ اور کبھی بغیر سمجھے سبق کو نہ لکھے کیونکہ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور ذہانت متاثر ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دو حرف یاد کرنا دو بستوں کے برابر سن لینے سے بہتر ہے اور دو حرف سمجھ لینا دو بستے یاد کر لینے سے بہتر ہے۔[57]

امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے paper drafting بہت اہم ہے۔ اس کو ہر وقت تسلیم کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ لکھائی پر توجہ بھی بہت ضروری ہے۔ جو کچھ سیکھو یا پڑھو پہلے اسے اچھی طرح سمجھو جب اچھی طرح اطمینان قلب اور شرح صدر حاصل ہو جائے تو پھر اس کے بعد اسے یاد کرنا چاہیے۔[58]

خوشخط اور عمدہ لکھا جائے مناسب حاشیہ چھوڑا جائے۔ باریک اور گڈ مڈ کر کے نہ لکھے اس لیے کہ اس طرح کا لکھا ہوا، انسان بڑھاپے میں خود بھی نہیں پڑھ سکتا، اور تمھارے مرنے کے بعد لوگ ایسا لکھا ہوا دیکھ کر تمھیں برا بھلا کہیں گے۔ کتاب سے نقل کرنے کے بعد اس کا کتاب سے موازنہ کیا جائے۔[59]

باریک لکھائی سے اجتناب کرے اس لیے ایسا لکھنا چاہیے جو ضرورت کے وقت کام دے یعنی بڑھاپے میں جب بینائی کمزور ہو جاتی ہے اس وقت اگر چاہے تو اس لکھے ہوئے سے استفادہ کر سکے۔[60]

21۔ اعادے کے لیے تعداد مقرر کرنا

طالب علم کو چاہیے کہ اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے اعادے کے لیے ایک تعداد لازم کر لے اور پھر ہر صورت اس کی پابندی کرے۔ اس سے یہ حاصل ہو گا کہ وہ جب تک مقررہ تعداد میں اعادہ نہیں کرے گا اسے چین نہیں آئے گا۔ مناسب یہ ہے کہ کل کا سبق پانچ بار، پرسوں کا سبق چار بار، ترسوں کا تین بار، اس سے پہلے دن کا دو بار اور اس سے پہلے دن کا ایک بار دہرائے۔[61]

سبق کی مقدار کم اور اعادہ زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیے تا کہ سبق آسانی سے سمجھ میں آجائے کیونکہ تھوڑا سمجھ لینا بہت زیادہ یاد کر لینے سے اور تھوڑا یاد کر لینا بہت زیادہ سن لینے سے بہتر ہے۔[62]

22۔ تحصیل علم کے لیے بہترین عمر

تحصیل علم کے لیے بہترین عمر لڑکپن اور آغاز شباب ہے۔ اس وقت کو غنیمت جاننا چاہیے۔[63] لیکن اگر کبھی ایسا نہ ہو تو پھر کسی بھی عمر میں علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ علم حاصل کرنے کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں۔[64]

زندگی کا بہترین دور، دور شباب ہے اسے تحصیل علم کے لیے وقف کر دینا چاہیے کیونکہ اس وقت صلاحیتیں اور قویٰ نئی اور تازہ ہوتی ہیں اور دنیاوی معاملات سے بھی تقریباً دوری ہوتی ہے۔ اور اس طرح اس دور میں یکسوئی نصیب ہوتی ہے۔ اس لیے تحصیل علم کے لیے یہ بہترین عمر ہے۔۔[65]

حسن بصری کا مقولہ ہے کہ بچپن میں تحصیل علم پتھر میں لکیر کی طرح ہے۔ علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے کم عمری میں جو کچھ یاد کر لیا تھا اسی طرح محفوظ ہے گویا کتاب میں دیکھ رہا ہوں۔[66]

23۔ علمی نکات پر غور و فکر کرنا اور سوال پوچھنا

جو شخص علم کی خدمت کرتا ہے تمام لوگ اس کے خادم ہو جاتے ہیں۔ طالب علم کو چاہیے کہ علمی نکات پر غور و فکر

کرے، اسے اپنی عادت بنالے کیونکہ غور و فکر کرنے سے مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ مشکل علمی نکات حل ہوتے ہیں۔[67] سوال پوچھا جائے اور پھر اس پر غور و فکر کیا جائے۔ لیکن سوال جامع ہونا چاہیے۔ ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اتنا علم کیسے حاصل کیا تو انہوں نے جواب دیا: "پوچھنے والی زبان اور تدبر کرنے والے قلب سے"

طالب علم کو "ما تقول" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے جس کا مطلب ہے تم کیا کہتے ہو۔ ہر طالب علم کی زبان پر یہ جملہ جاری رہتا تھا۔[68] اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو آداب کا خیال کرتے ہوئے بغیر کسی شرم کے سوال کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ جو شرما گیا اس کا علم بھی ناقص رہ گیا۔ جھجکنے والا، شرمیلا اور متکبر علم حاصل نہیں کر سکتا۔[69]

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انصاری عورتیں بڑی اچھی تھیں انہیں دین کا مسئلہ دریافت کرنے یا اس کی حقیقت کو سمجھنے میں (جھوٹی) شرم و حیاء مانع نہ ہوتی تھی۔"[70]

حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ علم تلاش سے بڑھتا ہے اور سوال سے حاصل ہوتا ہے۔[71]

سوال کرنا ممنوع نہیں ہے لیکن جب استاد اجازت دے تو اس وقت سوال کرے اور بلا ضرورت غیر متعلقہ اور فضول سوالات سے گریز کرے۔ کیونکہ استاد جانتا ہے کہ کونسی بات کس وقت بتانی ہے۔ جب استاد تھک جائے تو اصرار نہیں کرنا چاہیے۔[72]

25۔ تعلیم کا سلسلہ منقطع نہیں ہونا چاہیے

حصول علم کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے اس میں وقفہ نہیں آنا چاہیے کیونکہ تعلیمی سلسلے کا منقطع ہو جانا بہت بڑی مصیبت ہے۔ جو اپنے تعلیمی سلسلے کو جاری رکھتے ہیں وہ اپنے ہم درس طلبہ سے جن کا تعلیمی سلسلہ منقطع ہو جائے ان سے بہت آگے نکل جاتے ہیں۔[73] طالب علم کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ ہر وقت تحصیل علم میں مشغول رہے جب ایک مضمون کے مطالعے سے تھک جائے تو دوسرے مضمون کا مطالعہ شروع کر دے اس سے وہ یکسانیت اور بوریت کا شکار نہیں ہو گا۔[74]

26۔ دوست کا انتخاب

محنتی، متقی اور سچ بولنے والے افراد سے دوستی رکھے۔ کاہل، باتونی، فسادی اور جھوٹ بولنے والوں کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے: "زمین اپنی روئیدگی سے اور دوست اپنے دوست سے پہچانا جاتا ہے"

امام زرنوجیؒ کہتے ہیں: "سست آدمی سے کسی بھی قیمت پر دوستی نہ رکھ، کتنے ہی اچھے لوگ خراب لوگوں کی صحبت سے خراب ہو جاتے ہیں۔ کند ذہن کی صحبت تمھارے سارے جوہر ختم کر دے گی۔" مثل مشہور ہے کہ "برا دوست زہریلے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ زہریلا سانپ صرف جان پر حملہ آور ہوتا ہے جبکہ برا دوست جان اور ایمان دونوں کا دشمن ہے۔"[75]

ہر شخص اس بات کا اہل نہیں کہ اسے دوست بنایا جائے یا اس کی صحبت اختیار کی جائے۔ حدیث میں ہے کہ:

" آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس ہر ایک دیکھ لے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔"[76]

دوستی ایک اعزاز ہے اور ہر شخص اس کا مستحق نہیں ہے۔ کسی شخص کو دوست بنانے سے پہلے اس میں پانچ اوصاف ضرور دیکھ لینے چاہیے۔ عقلمند ہو، خوش اخلاق اور ملنسار ہو، فاسق نہ ہو، بدعتی نہ ہو اور دنیا کا حریص اور مال و دولت کا طامع نہ ہو۔ نیک بھائیوں کے ساتھ رہو کیونکہ دنیاو آخرت میں تمھاری ڈھارس ہیں۔[77]

قاضی ابن جماعہ فرماتے ہیں کہ ایسے طالب علم کو دوست بنایا جائے جو نیک، دیندار، متقی اور ذہین ہو۔ جس میں بھلائی زیادہ ہو۔ ہمدرد ہو اور صبر و تحمل کا حامل ہو۔[78]

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نافرمانوں سے دوستی اور وابستگی نہیں رکھنی چاہیئے، اس لئے کہ اچھی صحبت سے انسان اچھا اور بری صحبت سے برا بنتا ہے۔ اکثر لوگوں کی گمراہی کی وجہ غلط دوستوں کا انتخاب اور صحبت بد کا اختیار کرنا ہی ہے۔ اس لئے حدیث میں بھی صالحین کی صحبت کی تاکید اور بری صحبت سے اجتناب کو ایک بہترین مثال سے واضح کیا گیا ہے۔

A man is known by the company he keeps.

اس لیے دوست کے انتخاب میں بیان کی گئی باتوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

خلاصہ کلام

اسلام میں علم کی اہمیت و فضیلت مسلّمہ ہے۔ یہ وہ ذریعہ ہے جس سے انسان پہلے اپنے آپ کو پہچانتا ہے اور پھر اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ دور حاضر میں علم کو سیکھنے اور سکھانے کے لیے بہت بڑے پیمانے پر کام ہو رہا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ ان تمام اقدامات کے باوجود ہمیں تربیت کا فقدان نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں امام زرنوجی نے ایک طالب علم کو کچھ مفید باتیں نصیحتیں کی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ایک طالب علم کامیاب و کامران ہو سکتا ہے۔ امام زرنوجی نے جہاں استاد کی اہمیت پر زور دیا ہے تو وہاں پر ایک طالب علم کو اچھا سوال کرنے پر بھی اکسایا ہے کہ یہ علم میں اضافے کا باعث ہے۔

امام زرنوجی کے فلسفہ تعلیم کا اگر جدید دور سے تقابل کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے تخصص پر زور دیا۔ استقامت، مسلسل محنت، اعادہ اور مذاکرہ، دوست کے انتخاب اور غور و فکر کے علاوہ حافظے میں اضافہ کرنے والی چیزوں کی بھی اہمیت بیان فرمائی۔ سبق کو پڑھنا، سمجھنا اور پھر خوشخط لکھنا اور اعادہ کرنا یاد کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے۔ ان تمام باتوں کی اہمیت دور جدید میں بھی مسلمہ ہے۔ اور جدید مفکرین تعلیم بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ زرنوجی، برھان الاسلام، تعلیم المتعلم، مترجم: محمد طفیل ہاشمی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1999، ص 5

2۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور 10 / 455

3۔ کحالہ، عمر رضا، معجم المولفین، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1993، 1/ 425

4۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب فیما عني به الطلاق والنیات، دار طوق النجاۃ، 1422ھ، حدیث نمبر: 2201، 262/2

5۔ زرنوجی، برھان الاسلام، تعلیم المتعلم طریق التعلم، الدار السودانیۃ للکتب، سوڈان، 2004ء، ص14

6۔ محولہ بالا

7۔ ابن جماعۃ، بدر الدین، قاضی، تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، 2014ھ، ص87

8۔ السِّجِسْتاني، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، کتاب العلم، باب في طلب العلم لغير الله تعالى، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، س ن، حدیث: 3664، 3/ 323

9۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص64

10۔ الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاعلوم الدین، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 2005ء، 1/ 75

11۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص74

12۔ ایضاً، ص21

13۔ الترّمذي، أبو عيسى، محمد بن عيسى، سنن الترمذي، ابواب العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادۃ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفى البابي الحلبي، مصر، 1975م، حدیث: 2687، 5/ 51

14۔ النیسابوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانه، دار إحياء التراث العربي، بیروت، حدیث: 91، 1/ 93

15۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص62

16۔ ایضاً، ص63

17۔ ایضاً، ص55

18۔ ایضاً، ص56، 67

19۔ ایضاً، ص38

20۔ بخاری، جامع الصحیح للبخاري، کتاب الایمان، باب الدین یسر، حدیث نمبر: 39، 1/ 16

21۔ غزالی، احیاعلوم الدین، 3/100

22۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص47

23۔ سورۃ الاعراف: 7/ 31

24۔ ترمذِي، سنن الترمذي، أَبْوَابُ الدعوات، حدیث: 3484، 5/ 397

25۔ غزالی، احیاعلوم الدین، 3/100

26۔ سورۃ العنکبوت: 29/ 69

27۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص34

28۔ سورۃ النجم: 53/ 39

29۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص41

30۔ ترمذي، سنن الترمذي، أَبْوَابُ الزُّهْدِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الأَكْلِ، حديث:2380، 168/4

31۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص38، 37

32۔ ایضاً، ص81، 82

33۔ ایضاً، ص83

34۔ ایضاً، ص51

35۔ الدارمی، أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن، سنن الدارمي، باب العمل بالعلم وحسن النية فيه، دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، 2000م، رقم الحديث:268، 320/1

36۔ ابن ماجة، محمد بن یزید، سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب ذهاب القرآن والعلم، دار إحياء الكتب العربية، حدیث نمبر:4048، 1344/2

37۔ الدَّارمِيّ، سنن الدارمي، باب العمل بالعلم وحسن النية فيه، حديث:268، 320/1

38۔ ابن خلدون، ولی الدین عبد الرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، دار البلخی، دمشق، س ن، 167/2

39۔ العاصم، محمد ادریس، تدریب المعلمین، قرآت اکیڈمی، لاہور، س ن، ص67

40۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص20

41۔۔ ترمذي، سنن الترمذي، ابواب العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة، حديث:2687، 51/5

42۔ ابن جماعۃ، تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، ص92

43۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص25

44۔ ایضاً، ص26، 28

45۔ ابن جماعۃ، تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، ص96، 111

46۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص19

47۔ ایضاً، ص31

48۔ سورۃ یس:36/69

49۔ ابو عمار زاہد الراشدی، "اسلام کا تصور علم اور دینی مدارس کا کردار"، ماہنامہ الشریعہ، جنوری 2008۔

50۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص22

51۔ غزالی، احیاعلوم الدین، 1/79

52۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص38

53۔ العاصم، محمد ادریس، تدریب المعلمین، ص59

54۔ ابن جماعۃ، تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، ص89

55۔ العاصم، محمد ادریس، تدریب المعلمین، ص67

56۔ العثیمین، محمد بن صالح، علم کے آداب، مترجم: عبد القوی لقمان کیلانی، مرکز الکتاب، لاہور، ص102

57۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص50

58۔ العاصم، محمد ادریس، تدریب المعلمین، ص66

59۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص30

60۔ ابن جماعۃ، تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، ص131

61۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص61

62۔ ایضاً، ص49

63۔ ایضاً، ص38

64۔ ایضاً، ص51

65۔ العاصم، محمد ادریس، تدریب المعلمین، ص58

66۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، المکتبۃ التجاریۃ، مکہ مکرمہ، 1994، ص24

67۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص53

68۔ ایضاً، ص55

69۔ العاصم، محمد ادریس، تدریب المعلمین، ص68

70۔ أبو داود، سنن أبي داود، رقم الحدیث: 316، 1/ 85

71۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، ص24

72۔ غزالی، احیاعلوم الدین، 1/ 77

73۔ ایضاً، ص61

74۔ زرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص66

75۔ ایضاً، ص23، 24

76۔۔ ترمذي، سنن الترمذي، أَبْوَابُ الزُّهْدِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حدیث نمبر: 2378، 4/ 167

77۔ غزالی، احیاعلوم الدین، 2/ 273

78۔ ابن جماعۃ، تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، ص94